

(۹۱)

خدا اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء بہت بڑا جرم ہے

(فرمودہ ۱۹- نومبر ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر فرمایا:-

يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ أَنْ نُنزِّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةً تُذِيبُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۗ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مِمَّا تَحْذَرُونَ. وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآلِيهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ. لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۗ إِنَّ نَعْفَ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ يُعَذِّبُ طَائِفَةٌ بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۗ

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں جو اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ایک فروعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض گناہ اس قسم کے ہیں جو اپنے اندر ایک اہمیت تو رکھتے ہیں لیکن ان کا مرتکب جب تک انہی کے دائرہ اور حلقہ میں رہتا ہے سلب ایمان اور دل کو سیاہ کرنے کا باعث نہیں ہوتا اور اس کا ضرر اور نقصان محدود ہی رہتا ہے۔ لیکن بعض گناہ اس قسم کے ہوتے ہیں جو بظاہر بہت ہی چھوٹے اور حقیر معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا انجام اور نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ وہ انسان کے دل کو سیاہ کر دیتے ہیں حتیٰ کہ سلب ایمان کا باعث ہو جاتے ہیں۔ ایسے گناہ کو جب تک جڑ سے ہی نہ کاٹ دیا جائے اس کی اصلاح بہت دشوار ہو جاتی ہے۔ اور پھر انسان سے اس کا نکلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے مومن کو چاہیے کہ ایسے گناہوں کی اصلاح ابتداء ہی سے کرے ورنہ بڑھ جائیں گے اور دل کو سیاہ

کردیں گے اور غفلت دن بدن ترقی کرتی چلی جائے گی۔

دیکھو بعض درخت اس قسم کے ہیں جن کے بیج اور گٹھلیاں تو بڑی ہوتی ہیں مگر ان کا درخت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور بعض درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا بیج تو بہت چھوٹا ہوتا ہے مگر ان کا درخت بہت ہی بڑا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں جنہیں انسان حقیر اور ضعیف سمجھتا ہے نتیجہ میں بہت بڑی ہوتی ہیں۔ اس لئے ایسے گناہ کی اصلاح جس قدر جلدی ہو سکے کرنی چاہیے اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اور اگر ایسے گناہ کی اصلاح ابتداء ہی نہ کی جائے تو رفتہ رفتہ وہ غالب آجائے گا۔ اور اس کے غالب آنے کے بعد اس کو مغلوب کرنا مشکل ہو جائے گا۔ پس مومن کو ایسے گناہوں سے بہت ڈرنا اور ہوشیاری سے کام لینا چاہئے۔ اور اس کی اصلاح کیلئے ہر وقت کوشاں رہنا چاہیے۔ ورنہ جب اس کا درخت مضبوط ہو جائے گا پھر اس کا اکھیرنا بہت دشوار ہوگا۔ ان گناہوں میں سے جو بظاہر خفیف اور ہلکے معلوم ہوتے ہیں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات کے ساتھ استہزاء اور ہنسی ٹھٹھا کیا جائے۔ بعض آدمیوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس بات کی چنداں پرواہ نہیں کرتے اور اس گستاخی اور بے ادبی سے انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے انسان کو بے ایمان اور رسوا کر کے تباہ کر دیتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول عَمَّہٗ یَتَسَمَّآءُ لَوْنٌ ۲ پر کچھ سنار ہے تھے تو فرمانے لگے کوئی استاد تھا اس نے اپنے شاگردوں کو کہا کہ فلاں جگہ قرآن مجید رکھا ہے وہاں سے اتار لاؤ۔ جب اس نے پکڑ کر اتار تو اس قرآن پر کچھ مٹی وغیرہ پڑ گئی تھی وہ مٹی اس استاد پر گر گئی۔ اس وقت اس کے استاد نے آیت یَلْبَسْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا پڑھ دی۔ اس کا شاگرد بھی بڑا ہوشیار تھا اس نے جھٹ پڑھ دیا وَیَقُولُ الْکَافِرُ یَلْبَسْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا ایسے موقع پر استاد کا اس آیت کریمہ کو پڑھنا بالکل بے محل تھا۔ وہ وقت جب کہ انسان خدائے ذوالجلال کے پاس کھڑا تھر تھرائے گا اور اسے بات کرنے کی بھی جرأت نہ ہوگی اور تمام اعمال حبط نظر آئیں گے اور خوف کے مارے انسان کا دل کانپتا ہوگا۔ اور عذاب الہی سے بچنے کی کوئی راہ نظر نہ آئے گی اور جس وقت کہ تمام خوشامدیں اور راحتیں اس کی نظر میں ہیج ہو جائیں گی اور جس وقت کہ انسان اپنی بدیوں کو دیکھ کر اندر ہی اندر پگھلتا جائے گا اور شرم کے مارے آنکھ نہیں اٹھا سکے گا، اس وقت تو یَلْبَسْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا کہنا موزون اور بر محل ہو سکتا ہے لیکن اس مٹی کے گرنے پر اس آیت کو پڑھنا قرآن کریم کی آیات کے

ساتھ کس قدر استہزاء اور ہنسی ہے۔

ایک چور تو چوری کر کے ایمان میں رہ سکتا ہے لیکن ایک ایسا انسان جو خدا اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء اور ہنسی سے کام لیتا ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک بہت مجرم ہے۔ خدا تعالیٰ کے انبیاء کے ساتھ استہزاء کرنے والا درحقیقت خدا تعالیٰ سے استہزاء کرتا ہے۔ گو بظاہر یہ گناہ بہت چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت بہت بڑا گناہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ نے استہزاء کے متعلق بڑی تشبیہ فرمائی ہے دراصل یہ آیات تو منافقوں کے متعلق ہیں لیکن ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ دل جو یقین اور نور معرفت سے معمور ہے اور پھر باوجود مومن ہونے کے قدم کا فرانہ رکھتا ہے اور استہزاء کا طریق اختیار کرتا ہے، درحقیقت وہ خدا تعالیٰ سے دور ہے۔ بہت سے ہیں جو خدا تعالیٰ کا نام ہنسی سے لیتے اور فضول فضول سی باتوں پر خدا تعالیٰ کی آیات کو چسپاں کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد قادیان میں تھا اور ان دنوں میاں شریف صاحب کو ایک بیماری تھی اور ناک سے بہت پانی بہتا تھا۔ اس وقت اس نے آیت جِئْتِ بِخَبْرٍ مِّنْ تَحْتِهَا الْأَنتِهَارُ ۴ پڑھی۔ گو میں اس وقت چھوٹا تھا لیکن اس کا ایسے موقع پر اس آیت کو پڑھنا مجھے سخت ناگوار گزر جس کی وجہ اس سے مجھے سخت نفرت ہو گئی۔ اس نے خدا تعالیٰ کی آیت سے استہزاء کیا جس کی وجہ سے دیکھو اسے خدا تعالیٰ نے کیسا ذلیل کیا۔ اسے ایسی خفیف اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کرنے کی وجہ سے کس قدر صداقتوں کا انکار کرنا پڑا۔

میں دیکھتا ہوں ہمارے بعض دوست اب بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اس سے پرہیز کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس بدی کی مذمت کرتے رہتے اور اس کے چھوڑنے کیلئے بہت زور سے تاکید فرمایا کرتے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ میں نے اب بھی دیکھا ہے کہ بعض دوست باوجود حق کو سمجھنے کیلئے محض روانی زبان اور مشق کیلئے ایسے اہم مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے ہیں جن کے وہ اہل نہیں۔ اور پھر باوجود دلائل جاننے کے دوسروں سے دلائل مانگتے اور ان پر عجیب عجیب جرحیں کرتے ہیں۔ مثلاً بعض تو خدا تعالیٰ کی ہستی پر گفتگو کرتے ہیں۔ ایک خدا کی ہستی کا منکر بن جاتا ہے اور وہ اپنے دلائل دینے شروع کرتا ہے اور بڑے زور سے یہ ثابت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نہیں ہے ادھر سے دوسرا اس کے دلائل کو توڑتا اور اپنی تائید میں بڑے بڑے دلائل دیتا اور آیات قرآنی پیش کرتا ہے پھر ایک

رسالت کا انکار کرتا ہے تو دوسرا اس کا اثبات کرتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص لغو سوال بھی پیش کرتا ہے تو دوسرا اس کا جواب دینے کے درپے ہوتا ہے۔ گویا ایسے اہم مسائل میں پڑ کر وہ اللہ تعالیٰ اور اسکی آیات اور رسولوں کے انکار کے بڑے بڑے دلائل دیں گے اور استہزاء کریں گے۔ لیکن استہزاء کے طور پر کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس بات کو بدلائل ثابت کرو کہ تم حرام زادے ہو یا تمہاری بہن بدکار اور حرام کار تھی یا تمہاری ماں ایسی تھی یا تمہارا فلاں رشتہ دار ایسا بدکار ہے۔ جب تم اپنے متعلق استہزاء کے طور پر اس قسم کے مباحثات اور مناظرات کو روانی زبان اور مشق کیلئے نہیں کرتے تو کیا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے آیات ہی تمہاری مشق اور استہزاء کیلئے رہ گئے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے آقا رب کے متعلق ایسی لغو اور بیہودہ مسائل کو بدلائل ثابت کرے؟ جب تم اپنے نفسوں کیلئے استہزاء کے طور پر یہ پسند نہیں کرتے۔ اور اگر ایسا کرو بھی تو ایک منٹ میں تم خون خون ہو جاؤ تو پھر بتلاؤ کیا خدا اور اس کے رسول اور آیات اور قرآن کریم اور مسیح موعود کے دعاوی کا انکار اور اثبات ہی تمہاری استہزاء کیلئے رہ گئے ہیں۔

ایسے عظیم الشان مسائل میں جو لوگ اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھتے ہیں اور اس کے متعلق مباحثات اور باتیں کرتے ہیں وہ کبھی نور معرفت اور روحانیت کو نہیں پاسکتے، روحانیت کی ترقی اس سے قطعاً رک جاتی ہے۔ دیکھو! جب سے مسلمانوں نے یہ رنگ اختیار کیا ہے اس کی ترقی بالکل مسدود ہو گئی ان کا ہمیشہ یہی دستور رہا اور اب بھی یہی ہے کہ جہاں کسی نے بات کی اس پر اعتراض شروع کر دیئے اور جہاں کسی نے خدا تعالیٰ کی ہستی یا رسالت یا کسی اور مسئلہ پر تقریر کی اعتراض اور جرح شروع کر دی۔ اور اگر ان کو کہا جائے کہ تم خدا تعالیٰ کی ہستی کے دلائل دو یا قرآن کریم کی صداقت کے دلائل بتلاؤ تو جواب کے وقت مبہوت ہو جائیں گے، اعتراض تو ہزاروں کر دیں گے مگر جواب نہ دے سکیں گے۔ میں جب خلیفۃ المسیح الاول کے پاس پڑھا کرتا تھا تو پہلے پہلے مجھے بھی اعتراض کرنے کا بڑا شوق رہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک دو بار جب اعتراض کئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے مجھے اعتراض کرنے سے روک دیا۔ پھر جب میں نے مثنوی ۵ پڑھی تو بعض وقت مجھے بہت ہی مشکلات پیش آتیں مگر میں اعتراض نہ کیا کرتا۔ پھر خدا تعالیٰ مجھے خود ہی سمجھا دیا کرتا تھا۔ انسان جب خدا تعالیٰ کیلئے کوئی کام کرتا ہے تو خدا تعالیٰ خود اس کی تائید فرما دیتا ہے۔ اس کی کیا وجہ تھی کہ

حضرت مولوی صاحب لـ مجھے روک دیا کرتے تھے؟

وجہ یہی ہے کہ انسان جب اعتراض کرتا ہے تو اپنی بات کو منوانے کیلئے خواہ مخواہ ادھر ادھر سے دلائل دینے شروع کر دیتا ہے خواہ ناحق پر ہی ہو۔ پھر وہ انسان ہمیشہ اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ ایسے ہی جب کفار سے پوچھا جاتا کہ تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو تو کہہ دیتے گِنَّا نَحْوُضٍ وَتَلَعَبٌ نَّهْنِی جی! ہم تو یونہی مشق کے طور پر ذرا باتیں کر رہے تھے تو خدا تعالیٰ نے اس پر ان کو سخت ڈانٹ دی اور کہا قُلْ اَبَاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ کیا خدا اور اس کے آیات اور اس کا رسول ہی استہزاء اور ہنسی کیلئے رہ گئے ہیں تم اپنے والدین، دوستوں، پیاروں سے کیوں تمسخر اور استہزاء نہیں کرتے؟ صرف اس لئے کہ وہ قابل عزت اور کسی قدر ظاہری دباؤ رکھتے ہیں۔ کیا کوئی شخص ڈپٹی کمشنر یا گورنر یا کسی بڑے آفیسر کے سامنے استہزاء کرتا ہے کیوں نہیں؟ صرف اس لئے کہ اس کا ظاہری ادب ملحوظ رکھنا پڑتا ہے یا ان کا ڈر ہوتا ہے۔ جب ان کے سامنے کسی کی مجال نہیں تو پھر وہ خدا جو تمہارا مالک ہے اس سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے تمسخر کرتے ہو اور اس سے نہیں ڈرتے۔

”لَا تَعْتَذِرُوْا“ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی فعل کا نتیجہ ہے اور اسی وجہ سے ان لوگوں کے متعلق ایسا خطرناک فتویٰ دیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ فتویٰ انتہائی درجہ کا ہے اور یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ لوگ ابتداء اس کی جڑھ کو نہیں کاٹتے۔ جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کو چھوڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کو ہنسی اور استہزاء کی عادت ہو جاتی ہے ان کی روحانی ترقی نہیں ہو سکتی۔ خشیت اللہ بالکل جاتی رہتی ہے استہزاء کرنے والا شخص خواہ کیسی ہی مضبوط چٹان پر کیوں نہ ہو وہ پھسل جاتا ہے۔ ایک دفعہ ہمارے کچھ مبلغ ایسی جگہ گئے تو وہاں پر وہ بطور مشق احمد بیگ والی پیشگوئی کے متعلق مباحثہ کرنے لگے۔ ایک کہنے لگا کہ حضرت صاحب اس آیت کے مصداق تھے۔ دوسرا کہنے لگا نہیں آپ تو اس کے مصداق نہیں تھے وہ جن کی اصلاح کیلئے گئے تھے ان میں سے دو شخصوں نے خیال کیا کہ یہ تو یونہی بات بنی ہوئی ہے اس میں تو کچھ حقیقت نہیں آخر وہ دونوں مرتد ہو گئے اور انہیں اس سے ابتلاء آ گیا۔ اب جن کی وجہ سے ان کو ابتلاء آیا یہ گناہ ان کے سر پر پڑے گا کہ ان کی وجہ سے وہ پھر گئے اور پھر جوان کو دیکھ کر مرتد ہوں گے ان کی سزا بھی ان کو ملے گی۔

قادیان میں ایک دفعہ وفات مسیح اور حیات مسیح پر مشق کے طور پر مباحثہ ہوا اس پر ایک شخص نے یہ کہہ دیا کہ مجھے تو اس مسئلہ میں شبہ پڑ گیا ہے۔ اسی وجہ سے میں ڈبیٹ (مباحثہ) کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ اس میں بھی یہی طریق ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی اس طریق کو بہت ناپسند فرماتے تھے۔ کیا کوئی شخص اس بات پر ڈبیٹ کرتا دیکھا ہے کہ ایک کہے جارح پنجم بادشاہ ہے اور دوسرا کہے نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ ڈرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اس جرم کی سزا تو اخباروں میں شائع کی جاتی ہے اور لوگوں کو یقین ہوتا ہے کہ اگر ہم نے ایسا کام کیا تو ضرور گورنمنٹ پکڑے گی اور سزا دے گی۔ جب ایسی استہزاء کی باتوں پر گورنمنٹ نہیں چھوڑتی تو وہ خدا جس کی سلطنت نہایت زبردست ہے اور جس کی پولیس مخفی در مخفی ہے وہ کیونکر ایسے مجرم کو چھوڑ سکتا ہے۔ ایک مبالغہ تو میرے سامنے بیٹھ کر یہ جرات نہیں کر سکتا کہ وہ خلافت کے متعلق یہ بحث شروع کر دے کہ میں خلیفہ ہوں یا نہیں یا خلافت کی ضرورت ہے یا نہیں کیوں کہ وہ میرے سامنے ایسی بات نہیں کرتا صرف اس لئے کہ مجھے وہ اپنا امام سمجھتا ہے میرا ادب کرتا ہے۔ تو وہ خدا جس کی حکومت وسیع ہے اس کے سامنے کیوں ایسے استہزاء اور تمسخر کے کلمات بولتے ہو۔ کیا تم اس خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا خدا کا ڈر معمولی آفیسر کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا؟ میں دیکھتا ہوں کہ اس معاملہ میں ابھی اصلاح کی بہت ضرورت ہے اور ہمارے دوستوں کو اس طرف بہت توجہ کرنی چاہیے۔ کیا بحث و مباحثہ اور استہزاء کرنے کیلئے دوسری قومیں تھوڑی ہیں جو تم اس پر اپنے اوقات صرف کرتے ہو؟ بحث و مباحثہ سے بہت کم ہدایت اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہ مولویانہ طریق ہے یہ ایمان کو جڑھ سے اکھیڑ دیتا ہے کیا خدا تعالیٰ کی ہستی، انبیاء کی نبوت، مسیح موعود کی صداقت اور قرآن کریم کے انکار کرنے والے پہلے دنیا میں تھوڑے ہیں؟ انکار کرنے والی تو ساری دنیا ہے مگر اقرار کرنے والے تھوڑے ہیں۔ زیادہ لوگوں میں قدر نہیں ہوتی بلکہ تھوڑے لوگوں میں قدر ہوتی ہے جاہل تو دنیا میں کروڑ ہا ہوں گے مگر ایم اے اور بی اے دنیا میں تھوڑے ہیں۔ پھر دیکھو کن کی قدر ہوتی ہے۔ ایسے ہی حقیقی اسلام یعنی احمدیت کے نام لیوا تو تھوڑے بلکہ بہت ہی قلیل ہیں لیکن اس کے منکر ساری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ پس تم کو چاہیے کہ اپنی طبیعتوں میں وہ رنگ پیدا کرو جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا۔ وہ کبھی اس قسم کے مباحثات میں نہ پڑتے تھے بلکہ جب کبھی اکٹھے ہوتے تو جو جو نکات معرفت یا کسی

آیت کے عجیب معنی سو جھتے وہ ایک دوسرے کو سنایا کرتے۔ وہ کبھی خدا کی ہستی اور انبیاء کی نبوت کا انکار کر کے اس قسم کی لغو باتوں میں نہ پڑتے۔ تم کو بھی چاہیے کہ جب مسجد میں آؤ بجائے اس کے کہ تم ایسی باتوں میں پڑو اور امام کے آنے تک مباحثات میں لگے رہو یہ باتیں کرو کہ مجھے آج قرآن میں تدریس کرتے کرتے یہ نکتہ سوچا ہے اور فلاں آیت کے یہ نئے معنی سمجھ آئے ہیں۔ اس سے تمہاری روحانی ترقی بھی ہوگی نور ایمان بھی دن بدن بڑھے گا اور تم اپنے اندر ایک بین تبدیل پاؤ گے۔

جنگ تبوک میں بھی بعض منافقوں نے مسلمانوں کو یہ کہنا شروع کیا کہ تم بڑے بزدل اور ڈرپوک ہو بڑے کمزور ہو جب حضرت نبی کریمؐ کے پاس یہ معاملہ پہنچا اور آپ نے پوچھا تو جواب میں کہا گیا کہ حضور ہم تو اس لئے کہتے کہ سفر جلدی کٹ جائے گا اور ہم باتوں ہی باتوں میں منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے تو خدا تعالیٰ نے اس پر بڑی ڈانٹ دی اور کہا قُلْ اِلٰهٌ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُوْنَ۔ کیا خدا اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے استہزاء کرتے ہو کیا وہی استہزاء کیلئے رہ گئے ہیں۔ یہ مرض تلوار کی دھار سے بڑھ کر تیز ہے تم کو اس سے بچنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بھی ہنسی کرتا ہوں مگر میری ہنسی میں جھوٹ نہیں ہوتا۔ تم بے شک مذاق کرو مگر اس حد تک کہ اس میں جھوٹ نہ ہو اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات سے بھی استہزاء اور ہنسی نہ کرو۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو اس مرض سے محفوظ رکھے اور شیطان سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

(الفضل ۲۸۔ جولائی ۱۹۶۵ء)

۱۔ التوبة: ۶۴ تا ۶۶

۲۔ سورة النبأ: ۳

۳۔ النبأ: ۴۱

۴۔ البقرة: ۲۶

۵۔ مثنوی مولانا روم مراد ہے۔

۶۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول